مقدمہ

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

عقیدہ اہل سنت والجماعت کے اصول وقواعد پر مشتمل یہ کتابچہ قارئین کے پرزور اصرار پر شائع کیا جارہا ہے جس میں عقیدہ سلف صالحین کے اصول وقواعد مختصراً لیکن واضح انداز میں بیان کئے گئے ہیں اور ائمہ کرام جن شرعی اصطلاحات کا استعمال کثرت سے کرتے ہیں ان کا التزام بھی کیا گیا ہے۔ یہ کتابچہ تفصیلات، تعریفات، حوالہ جات، حواشی اور مصنفین کے ذکر سے خالی ہے اگرچہ ان کی ضرورت مسلم ہے۔ یہ مضمون ایک جامع تصنیف کا پیش خیمہ ہوگا اور مافات کا تدارک اور مزید معلومات کا مرقع یہ تشنگی دور کردے گا۔ انشاء اللہ۔ مندرجہ ذیل شخصیات نے اس مضمون پر نظر ثانی فرمائی ہے:- جناب عبدالرحمان بن ناصر البراک، جناب عبداللہ بن محمد الغلیمان، ڈاکٹر حمزہ بن حسین الفعر اور ڈاکٹر سفر بن عبدالرحمٰن الحوالی۔ میں ان سب کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں۔ ان حضرات کے اضافات اور ملاحظات مضمون کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو اپنی رضا کیلئے خالص بنادے۔

صلوۃ وسلام

ناصر بن عبدالکریم العقل ۳/۹/۱۴۱۱ھ

تمہید

عقیدہ: لغت میں عقیدہ عقد سے نکلا ہے جس کے معنی گرہ لگانا، مضبوط کرنا، مستحکم بنانا اور قوت کے ساتھ باندھنا ہے ۔اصطلاح میں عقیدہ ایسے پختہ ایمان کو کہتے ہیں جس کے بعد صاحبِ عقیدہ کے دل میں شک کا شائبہ تک نہ رہے

اسلامی عقیدہ: اسلامی عقیدہ سے مراد اللہ تعالیٰ پر توحید واطاعت کے ساتھ پختہ ایمان رکھنا ،اس کے فرشتوں پر، آسمانی کتابوں پر ،رسولوں پر، یوم آخرت پر تقدیر پر، غیب کی سب باتوں اور دیگر نظری وعملی حقائق اور آئندہ پیش آنے والی باتوں پر ایمان رکھنا۔

سلف وصالحین : امت کے پہلے (گزرے ہوئے) لوگوں کو سلف کہتے ہیں جن میں صحابہ کرام، تابعین ، اور پہلی تین فضیلت یافتہ نسلوں کے ائمہ دین شامل ہیں اُنہی کی طرف نسبت کرتے ہوئے بعد میں آنے والے وہ لوگ جو، ان کے نقشِ قدم پر چلتے اوران کا منہج اختیار کرتے ہیں، سلفی کہلاتے ہیں۔

اہلسنت والجماعت: اہلسنت والجماعت وہ ہیں جو نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا طرز زندگی اختیار کرتے ہیں۔ انہیں ''اہلسنت'' نبی ﷺ کی پیروی کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور ''الجماعت'' ان کے حق پر متفق ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ دین مے فرقہ بندی نہیں کرتے اور ائمہ حق سے اختلاف نہیں کرتے۔ جن مسائل پر سلف کا اجماع ہے اسے تسلیم کرتے ہیں۔ انہیں اہلحدیث، اہل اثر، اہل اتباع، طائفہ منصورہ اور فرقہ ناجیہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ نبی ﷺ اور سلف صالحین کے پیروکار رہوتے ہیں۔

نصوص (شریعت کے دلائل) کے قبول اور استدلال (دلیل پکڑنے) کے اصول وضوابط:

﴿۱﴾ اہلسنت والجماعت کے نزدیک عقیدہ کے ماخذ (ذرائع) یہ تین ہیں:-

کتاب اللہ، سنت صحیحہ اور سلف صالحین کا اجماع۔

﴿۲﴾ جو حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے اُسے ماننا فرض ہے خواہ وہ خبرِ واحد ہی کیوں نہ ہو۔

﴿۳﴾ قرآن وحدیث کے کے معنی سمجھنے کے سلسلے میں واضح نصوص، سلف صالحین نیز ان کے راستے پر چلنے والے ائمہ رشد وہدایت کے فہم کو ہی مرجع قرار دیا جائے گا۔ اس کے بعد لغتِ عرب کا درجہ آتا ہے۔ بہر حال محض لغوی احتمالات

کے باعث ان سے ثابت شدہ مفہوم کی مخالفت نہ کی جائے گی۔

﴿۴﴾ دین کے تمام بنیادی اصول نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں ہی نہایت واضح طور پر بیان فرما دیئے تھے لہٰذا اب کسی کیلئے اس میں نئی چیز نکالنے کی گنجائش نہیں ہے۔

﴿۵﴾ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم کو ظاہری و باطنی طور پر برضا و رغبت اس طرح تسلیم کرنا کہ شخصی قیاس ،ذاتی میلان، کشف و الہام اور کسی بزرگ اور امام یا فقیہ کا قول کتاب اللہ اور صحیح سنت کے تسلیم کرنے میں رکاوٹ نہ بن سکے۔

﴿۶﴾ عقلِ سلیم اور نقلِ صحیح (قرآن وحدیث) ایک دوسرے کے موافق ہوتے ہیں نہ کہ متعارض (مخالف)۔تضاد کا شائبہ نظر آئے تو نقل کو عقل پر مقدم (برتر) سمجھا جائے۔

﴿۷﴾ عقیدے سے متعلقہ شرعی اصطلاحات کی پابندی کرنا اور نئی نئی اصطلاحات وضع کرنے سے پرہیز کرنا۔ایسے مجمل اور ذو معنی الفاظ جن کا مفہوم درست بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی ،اُن کے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔پھر جو مفہوم درست نکلے اسے شرعی الفاظ کے ساتھ بحال رکھا جائے گا۔اور جو مفہوم غلط نکلے وہ خود بھی رد ہوگا اور اس کے لئے استعمال ہونے والے غیر شرعی الفاظ بھی۔

﴿۸﴾ رسول اللہ ﷺ معصوم عن الخطا ہیں ۔اسی طرح آپ کی امت بھی مجموعی طور پر گمراہی پر اتفاق کر لینے سے معصوم (اور محفوظ) ہے۔جہاں تک اشخاص کا تعلق ہے تو رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی شخص معصوم نہیں ہے۔جس بات میں ائمہ کرام میں اختلاف ہو اس میں سے جو کتاب اللہ اور سنت مطہرہ کے زیادہ قریب ہو،اُسے قبول کیا جائے اور جس امام کا اجتہاد غلط ہو،اسے اجتہادی غلطی سمجھا جائے۔

﴿۹﴾ امت میں ایسے لوگ ہوسکتے ہیں جن کو حق کی جانب سے (خواب کی صورت میں) القا اور الہام ہوجاتا ہو۔اچھا خواب برحق اور نبوت کے درجہ میں سے ایک درجہ ہے۔صحیح کرامت اور فراستِ صادقہ (صحیح دور اندیشی) بھی برحق ہے۔اگر یہ کرامات اور الہامات شریعت کے مطابق ہوں تو خوشخبری ہوتے ہیں لیکن کسی صورت میں شریعت کے ماخذ نہیں ہوسکتے (اور نہ حجت ہی ہوسکتے ہیں)۔

﴿۱۰﴾ دینی امور میں نزاع (جھگڑا) پیدا کرنا قابلِ مذمت ہے البتہ تحقیق اور جستجو کی گرض سے افہام و تفہیم (سمجھنا سمجھانا) قابلِ ستائش ہے۔جس بات کی گہرائی میں جانے سے شریعت نے منع کیا ہے وہاں بلا چوں و چرا اطاعت

فرض ہے۔جن امور سے مسلمانوں کو آگاہ نہیں کیا گیا ان میں غور وخوض سے پرہیز کرنا چاہیے اوران کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیے۔

﴿۱۱﴾ کسی چیز کے مسترد کرنے کا بھی وہی قاعدہ ہے جو کسی چیز کو قبول کرنے کا ہے یعنی وحی کی بنا پر، چنانچہ کسی بدعت کو رد کرنے کیلئے ایک اور بدعت کا سہارا نہیں لیا جائے گا،اور نہ افراط (دین میں زیادتی) کا جواب تفریط (دین میں کمی) سے دیا جائے گا، نہ تفریط کا افراط سے۔

﴿۱۲﴾ اسلام میں نئی چیز شامل کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں پڑنے والی ہے۔

اعتقادی توحید:

﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ (اچھے نام اور صفات کے تسلیم کرنے مین یہ اصول ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق بذات خود فرمایا ہے یا، رسول اللہ ﷺ نے جس بات کا اثبات کیا ہے اُسے بلاتشبیہ وتمثیل مانا جائے اور اپنی جانب سے اس کی کیفیت (تکییف) بیان نہ کی جائے اور جس صفت کی خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے نفی کی ہو یا، رسول اللہ ﷺ نے نفی کی ہو، اس کی بلا تاویل نفی کی جائے۔ نہ اس کی تحریف کی جائے اور نہ تعطیل۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشوریٰ۔۱۱) ''کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں ہے اور وہی ہر بات کو سننے والا اور دیکھنے والا ہے'' نیز ایسی نصوص کے الفاظ اور ان کے معنٰی ودلالت پر ایمان بھی رکھا جائے۔

﴿۲﴾ اللہ تعالیٰ کی صفات کو بے مثال ماننا: اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے طرح نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اس مشابہت (کے اندیشے) کے پیش نظر ان صفات کا انکار ہی کیا جائے۔ یہ دونوں صورتیں یعنی اللہ کے اسماء وصفات کو مخلوق کی طرح سمجھنا یا سرے سے ان صفات سے اللہ تعالیٰ کے متصف ہونے کا انکار کرنا کفر ہے۔

اسماء وصفات میں جس تحریف کا اہل بدعت تاویل کہتے ہیں ان میں سے بعض کفر کے درجے کی ہیں جیسے باطنیہ فرقے کی تاویلات اور بعض شدید گمراہی ہیں۔ جیسے بعض صفات کی نفی مغالطے کی وجہ سے بھی ہوتی ہے۔

﴿۳﴾ وحدت الوجود اور اللہ تعالیٰ کا کسی مخلوق میں حلول کرنا یا مخلوق اور خالق کے یکجان ہونے کا عقیدہ رکھنا دین سے خارج کر دینے والا کفر ہے۔

﴿۴﴾ فرشتوں کے وجود پر اجمالاً ایمان لانا: جہاں تک تفصیلات کا تعلق ہے جیسے فرشتوں کے نام، ان کی

صفات اوران کوسونپے گئے کام توان میں سے جو صحیح دلیل سے ثابت ہوں صرف ان پر ایمان لانا۔

﴿۵﴾تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا: اور یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن مجید ان سب کتابوں سے افضل اوران سب کا ناسخ (منسوخ کرنے والا) ہے۔نیز پہلی کتابوں میں تحریف واقع ہوئی ہے لہٰذا صرف قرآن کی اتباع فرض ہے ،باقی آسمانی کتابوں کی نہیں۔

﴿۶﴾تمام انبیاءاوررسولوں پر ایمان رکھنا: یہ عقیدہ رکھنا کہ انبیاء علیہم السلام تمام انسانوں سے افضل ہیں۔جو اس کے برعکس عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔ان میں سے جس نبی ﷺ کے بارے میں خاص دلیل آجائے اسے نبی برحق سمجھنا اور دیگر انبیاء پر اجمالاً ایمان رکھنا۔اور یہ عقیدہ رکھنا کہ محمد ﷺ ان سب سے افضل اور سب سے آخری نبی ہیں اور آپ کو تا قیامت روئے زمین کے تمام باسیوں کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا۔

﴿۷﴾عقیدہ ختمِ نبوت: محمد ﷺ کے بعد سلسلہ وحی ختم ہونے پر ایمان رکھا جائے اور یہ کہ وہ خاتم النبیین والمرسلین ہیں۔جو اس کے برعکس عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔

﴿۸﴾روزِ آخرت پر ایمان رکھنا: اس سلسلہ میں آخرت میں ہونے والے واقعات اور قبل از قیامت جن نشانیوں کا تذکرہ صحیح روایات میں ملتا ہے ان کی تصدیق کرنا۔

﴿۹﴾تقدیر پر ایمان رکھنا: اس طرح سے کہ اچھی اور بری تقدیر سب اللہ کی طرف سے ہے۔اللہ تعالیٰ کسی رونما ہونے والے واقعے کا پہلے سے علم رکھتا ہے اور ہر چیز کو اس نے پہلے سے لوحِ محفوظ میں ثبت کر رکھا ہے۔جو اللہ نے چاہا، وہ ہوتا ہے اور جو نہ چاہا، وہ نہیں ہوتا۔پس وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، ہر چیز کا خالق ہے۔کر گذرتا ہے جو چاہتا ہے۔

﴿۱۰﴾ایمان بالغیب: صحیح دلائل سے ثابت شدہ تمام غیب کی خبروں پر بلاتاویل ایمان رکھنا مثلاً عرش، کرسی، جنت، دوزخ، قبر کا کسی کے حق میں نعمت اور کسی کے حق میں عذاب ہونا، پل صراط اور ترازو کا نصب ہونا، (غرض) ان سب پر ایمان رکھنا۔

﴿۱۱﴾شفاعتِ محشر: قیامت کے روز محمد ﷺ کی شفاعت اور باقی انبیاء، ملائکہ اور صالحین کی شفاعت پر صحیح

دلائل سے ثابت شدہ تفصیل کے مطابق ایمان رکھا جائے۔

﴿۱۲﴾ **بروزِ قیامت اللہ کا دیدار:** قیامت کے دن جنت اور میدان حشر میں اہل ایمان کا اللہ ربّ العزت کو دیکھنا برحق ہے۔ جو اس کا انکار کرتا ہے یا تاویل کرتا ہے اور بھٹکا ہوا اور گمراہ ہے۔ یہ دیدار دنیا میں کسی کو قطعاً نصیب نہیں ہوسکتا۔

﴿۱۳﴾ **کرامات اولیاء:** اولیاء اللہ اور صالحین کی کرامتیں برحق ہیں مگر ہر خرقِ عادت (عام قانون سے ہٹا ہوا) کام کرامت نہیں ہوتا، وہ شعبدہ بھی ہوتا ہے، کرامت پابندِ شریعت سے رونما ہوتی ہے اور شعبدہ فاسق و فاجر سے۔
(کرامت، دنیا کے طبیعی قوانین کے خلاف (معجزے کی طرح) واقع ہونے والا وہ عمل ہے جو اللہ کے کسی نیک اور صالح بندے سے صادر ہوتا ہے۔ جبکہ معجزہ کا صدور صرف انبیاء علیہم السلام سے ہوتا ہے۔ معجزے اور کرامت میں دوسرا فرق یہ ہے کہ نبی علمِ وحی کی بناء پر معجزے کا دعوایدار ہوتا ہے، جبکہ ولی کسی کرامت کا کوئی دعویٰ نہیں کرسکتا، کیونکہ اُسے نہ وحی آتی ہے نہ علمِ غیب ہی ہوسکتا ہے۔ بلکہ عام لوگوں کی طرح اُسے بھی کرامت کا پتہ اُس کے وقوع ہونے کے بعد ہی چلتا ہے۔ معجزے اور کرامت میں قدرِ مُشترک یہ ہے کہ دونوں اللہ کے افعال ہونے کے ناتے صرف اُسی کے اِذن (مرضی) سے ہی وقوع پذیر ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ جس طرح نبی معجزے کے ظہور میں اپنا کوئی اختیار نہیں رکھتا، اسی طرح ولی بھی کرامت ظاہر کرنے میں بے اختیار و بے بس ہوتا ہے۔)

﴿۱۴﴾ **ولایت:** تمام اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔ ہر مومن میں یہ ولایت اس کے ایمان (کے درجے) کے مطابق ہوتی ہے۔

توحیدِ الوہیت:

﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ اکیلا اور یکتا ہے۔ عبادات میں، کائنات کے انتظام و انصرام میں اور اس کے اسماءِ حسنیٰ اور صفات میں اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ تمام جہانوں کا تنہا پروردگار ہے اور ہر قسم کی عبادت کا اکیلا مستحق ہے۔
﴿۲﴾ دعا کرنا، مصیبت کے وقت پکارنا، مدد مانگنا، نذرانہ پیش کرنا، ذبیحہ دینا، توکل کرنا، ڈرنا، امید رکھنا اور محبت کرنا ، اسی طرح کسی قسم کی کوئی عبادت غیر اللہ کیلئے بجالانا شرک ہے، خواہ مقرّب فرشتے انبیاء و رسل اور صالحین وغیرہ ہی کیوں نہ ہوں۔

﴿۳﴾ عبادت، محبت، خوف اور امید کی ملی جلی کیفیت کا نام ہے لہٰذا اللہ کی ایسے ہی عبادت کی جائے۔ اس سلسلہ میں علمائے کرام یہ اصول بیان فرماتے ہیں:

''جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کی عبادت صرف اس کی محبت ہے وہ زندیق ہے، جو صرف ڈر اور خوف کے مارے عبادت کرتا ہے وہ حروری (خارجی) ہے، اور جو عبادت کا مطلب صرف خوش امیدی سمجھتا ہے سمجھتا ہے وہ مرجئ ہے''۔

﴿۴﴾ تسلیم ورضا اور مطلق اطاعت فقط اللہ اور اس اللہ کے رسول ﷺ کیلئے روا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو رب الٰہ ماننے میں اس کا حاکمِ اعلیٰ ہونا بھی شامل ہے، اس کے اتارے ہوئے قوانین اور فیصلوں میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

ایسے قوانین بنانا جن کے بنانے کا اس نے حکم نہیں دیا ہے، طاغوت سے فیصلے کروانا، شریعت محمدیہ کے علاوہ کسی اور قانون کو قابل اتباع سمجھنا اور شریعت میں کمی وبیشی جیسے کام کرنا، یہ سب کچھ کفر ہے۔ اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ کوئی ہستی شریعت کے قانون سے آزاد ہے، وہ کافر ہے۔

﴿۵﴾ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے علاوہ کسی قانون کے ذریعے فیصلہ کرنا کُفرِ اکبر (ایسا کفر جو اسلام سے خارج کردے) ہے۔ البتہ بعض اوقات کفرِ اصغر (ایسا کفر، جو کفرا کبر کیلئے ذریعہ بنے) بھی ہوتا ہے۔

کفرِ اکبر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے علاوہ کسی اور شریعت کے تحت فیصلے کئے جائیں یا غیر اللہ کا قانون روا رکھا جائے۔

کفرِ اصغر میں شریعت، اسلامی ملک میں جاری وساری ہوتی ہے وہی قانون کا ماخذ بھی ہوتی ہے۔ لیکن کسی (خاص) وقوعے میں فیصلہ کرنے والا خواہشِ نفسانی کی وجہ سے خلافِ شریعت فیصلہ صادر کرتا ہے۔ (تاہم فیصلہ کرنے والا اس میں بھی بنیاد شریعت ہی کو بناتا ہے۔ اگرچہ بنیاد مرجُوح دلائل اور ضعیف روایات واقوال پر ہوتی ہے۔)

﴿۶﴾ دین کو شریعت اور طریقت میں اس طرح تقسیم کرنا کہ اوّل الذکر عوام کیلئے اور ثانی الذکر خواص کیلئے ہو، نیز سیاست ومعیشت یا کسی شعبہ زندگی کو دین سے جدا سمجھنا باطل اور حرام ہے بلکہ وہ ہر چیز جو شریعت کے خلاف ہو حسب مرتبہ کفر یا گمراہی میں سے کوئی ایک ضرور ہوگی۔

﴿۷﴾ عالم الغیب اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس کے برعکس عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس قدر چاہتا ہے امورِ غیب میں سے مطلع فرماتا ہے۔ (یعنی اللہ نے کسی نبی میں غیب کی باتیں جاننے کی کوئی صفت نہیں

رکھی۔البتہ جب چاہا، انہیں وحی کے ذریعے ضروری غیب کی باتیں بتائیں، اور جب چاہا، غیب کی بہت سی باتوں کو ان سے پوشیدہ رکھا)

﴿۸﴾ نجومیوں اور کاہنوں کی تصدیق کرنا کفر ہے اور ان سے راہ ورسم رکھنا کبیرہ گناہ ہے۔

﴿۹﴾ جس ''وسیلہ'' کا قرآن مجید میں ذکر ہے اس سے مراد اطاعت وفرماں برداری کے ذریعے قربِ الٰہی کا حصول ہے۔وسیلے کی تین اقسام ہیں:۔

(ا) **جائز:** اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے اسماء وصفات کو وسیلہ بنانا یا اپنے کسی نیک عمل یا کسی بقید حیات بزرگ کی دعا کو وسیلہ بنانا مباح ہے۔

(ب) **بدعت:** ایسی چیز کو وسیلہ بنانا جو شرعی دلیل سے ثابت نہ ہو بدعت ہے مثلاً انبیاء وصالحین کی ذات یا ان کی بزرگی کو وسیلہ بنانا۔

(ج) **شرک:** کسی فوت شدہ بزرگ کی وساطت سے عبادت کرنا یا اس سے دعا کرنا، اُسے حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا۔

﴿۱۰﴾ **برکت:** برکت صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی جس مخلوق میں چاہتا ہے برکت فرما دیتا ہے۔برکت سے مراد خیر کی کثرت اور زیادتی اور اس کی ہمیشگی ہے۔کسی چیز کے باعثِ برکت ہونے کیلئے شرعی دلیل ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے جو باعثِ برکت ہیں ان میں شب قدر کو وقت کے لحاظ سے فضیلت حاصل ہے۔مقامات میں تین مساجد بیت اللہ، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ فضیلت والی ہیں۔اشیاء میں آبِ زمزم باعثِ برکت ہے۔

اعمال میں ہر نیک عمل مبارک ہے اور اشخاص میں بابرکت انبیاء ہوتے ہیں۔

کسی شخص کی ذات یا اس کی جسمانی یا استعمال شدہ چیزوں سے تبرک حاصل کرنا ناجائز ہے ماسوائے نبی ﷺ کی ذات کے۔کیونکہ نبی ﷺ کے علاوہ یہ خصوصیت کسی اور شخص کیلئے ثابت نہیں ہے اور آپ ﷺ کی وفات اور ماثورات کے بعد اس کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا ہے۔

﴿۱۱﴾ تبرک کس طرح حاصل ہوگا اس کا تعین ہم نہیں شریعت کرے گی لہٰذا جس چیز کے باعثِ برکت ہونے کی دلیل

نہ ہو،اس سے حصول تبرک ناجائز ہے۔

﴿۱۲﴾ قبروں کی زیارت اوران کے پاس جولوگ اعمال کرتے ہیں وہ حسب ذیل تین اقسام کے ہوتے ہیں:۔

(ا) **جائز**: آخرت کی یاد کیلئے ،اہل قبور کوسلام کرنے اوران کیلئے دعائے مغفرت کرنے کیلئے جانا ، یہ اعمال قبروں پر کرنا مباح ہیں۔

(ب) **بدعت**: جوامور توحید کی رُوح کے منافی اور شرک کا سبب ہیں جیسے قبر پر عبادت بجالانے کوتقرب الٰہی کا ذریعہ سمجھنا، ان قبروں سے برکات حاصل کرنا یا ثواب بخشنا یا ان کو پختہ بنا کر اور مزار کی شکل دینا، ان کو رنگ وروغن کرنا ،ان پر چراغ جلانا یا ان پر چادریں چڑھانا ،انہیں عبادت گاہ بنانا اور انکی طرف رختِ سفر باندھنا بدعت کے کام ہیں۔ یہ ایسے اعمال ہیں جن کی بابت نبی ﷺ سے ممانعت ثابت ہے، یا پھر ثواب کی خاطر ایسے اعمال کرنے کا ثبوت شریعت میں نہیں ہے۔

(ج) **شرک**: زیارت کا یہ طریقہ توحید کے منافی ہے۔ایسی زیارت میں عبادات کی مختلف شکلیں شامل ہوتی ہیں مثلاً زائر کا صاحبِ قبر کو پکارنا، اُسے غوث سمجھنا، فریاد کرنا، مدد مانگنا، قبر کے گرد طواف کی طرح چکر لگانا، اس کے نام کا چڑھاوا دینا اور نذرونیاز ماننا۔

﴿۱۳﴾ اسلامی قانون کے مطابق جو حکم کسی خاص چیز کا ہوتا ہے وہی اس کے ذرائع اور طریقہ کار کے اختیار کرنیکا بھی ہوتا ہے (یعنی جو چیز خود حرام ہو، اُس تک پہنچانے والے تمام ذرائع اور راستے بھی حرام ہوتے ہیں۔) لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کے ہر ذریعہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا اور ہر بدعت کو رائج نہ ہونے دینا ضروری ہے کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں پڑنے والی ہے۔

ایمان:

ایمان قول وعمل کے مجموعے کا نام ہے جس میں اطاعت اور معصیت (نافرمانی) کے اعتبار سے کمی وبیشی واقع ہوتی ہے ۔قول سے دل اور زبان دونوں کا اقرار اور عمل سے مراد دل، زبان اور اعضاء کا فعل ہے۔ دل کی سچائی اور پختہ یقین دل کا قول ہے اور زبان سے اظہار واقرار زبان کا قول ہے۔

اسی طرح عمل سے دل، زبان اور بدنی عبادتیں سب کا ہم آہنگ عمل مراد ہے۔ دل کے عمل میں رضا ورغبت ، اخلاص

اور سچی محبت کے ساتھ فرماں برداری پر کاربند رہنا شامل ہے،اسی طرح نیک اعمال کیلئے ارادہ کرنا بھی دل کا عمل ہے ۔جسمانی اعضاء کا عمل وہ بدنی عبادات ہیں جنکا حکم دیا گیا ہے نیز جن امور سے اجتناب (پرہیز) کرنے کا حکم ہے ان سے بچنا بھی اعضاء کا عمل ہے۔

﴿۱﴾ جو شخص عمل کو ایمان سے جدا اور الگ سمجھے وہ مرجئ (ایک گمراہ فرقہ ''مرجئہ'' سے تعلق رکھنے والا) ہے اور جو ایسی چیزوں کا ایمان میں داخل کرے جو ایمان سے نہیں ہے وہ بدعت کرتا ہے۔

﴿۲﴾ کلمہ شہادت سے جو شخص اپنے ایمان کا اعلان اور اقرار نہ کرے اس پر دنیا اور آخرت ہر دو جگہ نہ ایمان ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی اس کا معاملہ صاحب ایمان کی طرح ہوتا ہے۔

﴿۳﴾ ''اسلام'' اور ''ایمان'' دو شرعی اصطلاحیں ہیں ان میں عموم (عام ہونا) اور خصوص (خاص) ہونا کا تعلق ہے البتہ تمام اہل قبلہ کو مسلمان کہا جاتا ہے۔(یعنی ہر مؤمن تو مسلمان ہوتا ہی ہے،لیکن ہر مسلمان لازمی طور پر مؤمن نہیں ہوتا۔)

﴿۴﴾ کبیرہ گناہ کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا بلکہ دنیا میں اس کا حکم ناقص الایمان مؤمن کا ہے اور آخرت میں اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے، چاہے تو بخش دے اپنی رحمت کے ساتھ اور چاہے تو عذاب دے عدل وانصاف کے ساتھ۔تمام موحدین بالآخر جنت میں جائیں گے۔جنہیں آگ میں جھونکا جائے گا وہ تو عذاب میں مبتلا رہیں گے لیکن کوئی موحد ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دوزخ میں نہیں رہے گا۔

﴿۵﴾ اہل قبلہ میں سوائے ان اشخاص کے جن کا جنتی یا دزخی ہونا دلیل سے ثابت ہے کسی کو جنتی یا دوزخی سے موسوم کرنا حرام ہے۔

﴿۶﴾ شریعت کی اصطلاح میں کفر کی دو اقسام ہیں کفرِ اکبر اور کفرِ اصغر، **کفرِ اکبر** کا مرتکب ملت سے خارج ہوجاتا ہے، **کفر اصغر** کا مرتکب ملت سے خارج نہیں ہوتا، اسے کفرِ عملی بھی کہا جاتا ہے۔

﴿۷﴾ تکفیر (کسی کو کافر قرار دینا اس شریعت کے باقاعدہ احکام میں شامل ہے البتہ اسکا انحصار کتاب وسنت پر ہے ۔کسی مسلمان کو اس کے کسی قول یا فعل کی بنا پر بلا شرعی دلیل کافر کہنا حرام ہے۔

کسی قول یا فعل کا شریعت کی نظر میں کفر ہونا ایک چیز ہے اور اس قول یا فعل سے کسی متعین شخص کا کافر ہونا دوسری چیز ہے۔تاہم اگر تمام شرائط پوری ہوچکی ہوں اور کوئی شرعی عذر (سبب) نہ رہا ہو تو پھر کسی کو متعین کر کے کافر کہا جاسکتا ہے

تکفیر شریعت کے خطرناک ترین احکامات میں سے ایک ہے لہٰذا کسی کلمہ گو کی تکفیر کرنے سے پہلے پوری احتیاط سے حقائق معلوم کرنا ضروری ہوتا ہے۔

قرآن مجید اور مسئلہ کلام:

﴿۱﴾ قرآن مجید اپنے الفاظ و معنی کے ساتھ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے اور غیر مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کی ابتداء ہے اور اسی کی طرف اس کی انتہاء ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی پر دلالت کرنے والا معجزہ ہے اور قرآن مجید قیامت تک حرف بحرف محفوظ رہے گا۔

﴿۲﴾ اللہ تعالیٰ جو چاہے جب چاہے اور جیسے کلام کرتا ہے۔ اس کا کلام حقیقی اور آواز اور حروف کے ساتھ ہوتا ہے البتہ اس کی کیفیت نہ ہمیں علم ہے اور نہ ہی اس پر غور وخوض جائز ہے۔

﴿۳﴾ کلام اللہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ ایک معنوی تعبیر ہے یا قرآن کریم حکایت یا تعبیر وشروح ہے یا وہ مجازی اور غیر حقیقی ہے۔ اس قسم کے عقائد رکھنا گمراہی ہے اور ان میں بعض کفر بھی ہوتے ہیں۔

﴿۴﴾ جو شخص قرآن کے کسی حصے کا انکار کردے یا اس میں کسی قسم کی کمی بیشی کی گنجائش سمجھتا ہو وہ کافر ہے۔

﴿۵﴾ قرآن کی تفسیر سلف صالحین کے معلوم ومعروف طریقہ پر ہی کرنا ضروری ہے۔ محض قیاسات یا ذاتی رائے یا شخصی ذوق کے مطابق تفسیر کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی بات کہنے کے مترادف ہے جو بلا علم ہے اور قرآن کو باطنیوں (ایک گمراہ فرقہ) والی تاویلات اور معانی پہنانا کفر ہے۔

تقدیر:

﴿۱﴾ اچھی اور بری تقدیر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے پر یقین رکھنا ایمان کا رکن ہے۔

تقدیر پر ایمان لانے سے مراد ہے:

تقدیر کی تمام نصوص اور مراتب (علم، لوحِ محفوظ، مشیتِ الٰہی اور تخلیق) پر ایمان لایا جائے اور اس بات پر ایمان لایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو نہ کوئی مٹا سکتا ہے اور نہ کوئی ٹال سکتا ہے۔

﴿۲﴾ کتاب وسنت میں بیان کردہ ارادہ اور امر کی دو اقسام ہیں:-

(۱) تکوینی وقدری ارادہ بمعنی مشئیت وقدری امر (جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے کردہ ہے اور ہو کر رہنا ہے۔ نیز مخلوق

پر اس کی کوئی ذمہ داری اور اختیار نہیں)

(ب) شرعی ارادہ (جو پسندیدگی کے نتیجہ میں ہوتا ہے) شرعی امر ہے۔(یعنی وہ جو مخلوق سے مطلوب ومقصود ہے اور اسے اس کا اختیار دیا گیا ہے)

مخلوق کے ارادہ اور مشئیت (مرضی) دونوں کا وجود ثابت ہے مگر یہ خالق کے ارادے اور مشئیت کے تابع ہیں۔

﴿۳﴾ ہدایت وگمراہی صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔بعض لوگوں کو وہ اپنی رحمت سے ہدایت عطا فرماتا ہے اور بعض لوگوں پر بتقاضائے عدل وانصاف گمراہی مسلط کر دیتا ہے۔

﴿۴﴾ انسان خود بھی مخلوق ہے اس کے اعمال بھی مخلوق ہیں۔سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی خالقِ حقیقی نہیں ہے۔لہٰذا بندے جو اعمال کرتے ہیں اُن کے وہ خود ذمہ دار ہیں اگر چہ ان اعمال کا خالقِ حقیقی بھی اللہ ہی ہے۔

﴿۵﴾ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت کے پنہاں ہونے کا اثبات (اقرار) اور اللہ تعالیٰ کی مشئیت (مرضی) سے دنیاوی اسباب کے مؤثر ہونے کا اثبات بھی ضروری ہے۔

﴿۶﴾ موت کا وقت، لوگوں کے رزق کی تقسیم اور سعادت وشقاوت (یعنی نیک بختی وبد بختی) سب کچھ ان کی تخلیق سے پہلے لکھا جا چکا ہے۔

﴿۷﴾ تکالیف اور مصائب کو تقدیر کا لکھا کہا جا سکتا ہے لیکن بداعمالیوں، گناہوں اور سیاہ کاریوں کیلئے تقدیر کو بہانہ نہیں بنایا جا سکتا۔ان گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے اور گناہوں کے مرتکب کو اس کا ذمہ دار ٹھہرانا چاہیے۔

﴿۸﴾ جس طرح اسباب پر کلی اعتماد کرنا شرک فی التوحید ہے اسی طرح اسباب سے اجتناب کرنا بھی شریعت کے خلاف ہے۔اسی طرح اسباب ووسائل کے مؤثر ہونے کی نفی کرنا شریعت اور عقل دونوں کے منافی ہے جبکہ توکل ،اسباب ختیار کرنے کے منافی نہیں۔

جماعت اور خلافت:

﴿۱﴾ جماعت سے مراد صحابہ کرام اور تا قیامت آنے وہ تمام لوگ جو اچھا طریقہ اپناتے ہوئے ان کے نقش قدم پر چلیں گے اور یہی فرقہ ناجیہ ہے۔

جو بھی ان کی روش اپناتا ہے وہ جماعت میں سے گو وہ بعض امور میں غلطی بھی کر جائے۔

﴿۲﴾ دین میں فرقہ بندی اور مسلمانوں میں فتنہ انگیزی حرام ہے۔جس چیز میں مسلمانوں میں باہمی اختلاف ہو جائے

اُسے شریعت اور سلف کے اسلوب کے سامنے پیش کرنا واجب ہے۔ (سلف کے اسلوب سے مراد ہے وہ طرزِ عمل یا رویہّ جو صحابہ کرامؓ تابعین، تبع تابعین یا اہلسنت کے وہ ائمہ جنہیں امّت میں قبولیت عام ہے، نے وقتاً فوقتاً آنے والے مختلف مسائل میں مجموعی طور پر اپنایا ہو۔

﴿۳﴾ جو شخص جماعت سے نکل جائے، اس کو نصیحت کرنا، اس کیلئے دعا کرنا اور اس کے ساتھ افہام وتفہیم اور دلائل پیش کرنا واجب ہے۔ اگر وہ راہِ راست پر آ جائے تو بہتر ورنہ سزا کا شرعاً سزاوار ہے وہ اس پر لاگو کر دی جائے۔

﴿۴﴾ لوگوں کے سامنے کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت شدہ دین کے بنیادی عقائد واعمال کی دعوت دی جائے، عوام الناس کو دقیق اور پیچیدہ امور میں نہ الجھایا جائے۔

﴿۵﴾ تمام مسلمانوں کے حق میں یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ صحیح عقیدے اور اچھے اعمال کرنے والے ہیں۔ جب تک اس کے برعکس کسی کا کردار واضح نہ ہو جائے ہر ممکن حد تک ان کے اقوال کے اچھے مطالب ہی لئے جائیں لیکن جس شخص کا عناد اور بدنیتی واضح ہو جائے اس کے متعلق خواہ مخواہ تاویلیں تلاش کرنا بھی درست نہیں ہے۔

﴿۶﴾ اہلِ قبلہ کے وہ فرقے جو اہل سنت سے خارج ہیں ان کا حکم گناہ گاروں کا سا ہے جن کیلئے کتاب وسنت میں عذاب کی وعید ملتی ہے۔ اس سے وہ شخص مستثنیٰ ہے، جو درحقیقت کافر ہے۔ اور جو فرقے کلیتاً اسلام سے خارج ہیں وہ مجمل طور پر کفار شمار ہوں گے اور ان کا حکم وہی ہوگا جو مرتد کا ہوتا ہے۔

﴿۷﴾ جمعہ اور دوسرے شرعی اجتماعات اسلام کے عظیم ترین ظاہری شعائر میں سے ہیں۔ مستور الحال (یعنی وہ، جن کے عقیدہ اور عمل کی کیفیت پوشیدہ ہو) مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے۔ کسی کی حقیقت حال سے ناواقفیت کا عذر کر کے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا بدعت ہے۔

﴿۸﴾ اگر کسی امام سے بدعات یا فسق وفجور کا ظہور ہو تو دوسرے صالح شخص کے ہوتے ہوئے اسکے پیچھے نماز پڑھنی درست نہیں ہے۔ البتہ اگر پڑھ لے تو نماز ہو جاتی ہے گو ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا، سوائے یہ کہ ایک بدعتی یا فاسق کے پیچھے نماز ادا کرنے سے اسکا مقصد کسی زیادہ بڑے شر کو دفع کرنا ہو اگر دوسرا صالح امام دستیاب نہ ہو اور جو دستیاب ہو وہ اُس جیسا یا اُس سے بھی بدتر ہو تو پھر پہلے امام کے پیچھے نماز پڑھنا ہی درست ہے۔ البتہ جماعت کے بغیر نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ تاہم جس شخص کی تکفیر کی جا چکی ہو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

امارت کبریٰ:

﴿۱﴾ خلیفہ کا انتخاب اجماع امت یا اہل حل وعقد کی بیعت کے ذریعے ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اقتدار پر قابض ہو گیا اور امت نے اس کے اقتدار کو تسلیم کر لیا تو بھلائی اور نیکی کے کاموں میں اس کی اطاعت اور خیر خواہی فرض ہوگی اور اس کے خلاف بغاوت حرام ہوگی سوائے اس بات کے، کہ حاکم کفر کا مرتکب ہو۔

﴿۲﴾ مسلمان حکمرانوں کی معیت میں حج اور جہاد کرنا واجب ہے خواہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہوں۔

﴿۳﴾ لالچ یا جاہلانہ تعصب کی بنا پر مسلمانوں میں باہمی جنگ وجدال کرانا حرام اور بہت بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

البتہ بدعتیوں اور باغیوں کے خلاف جنگ کرنا ایسی صورت میں جائز ہے جب بغیر جنگ کے ان پر قابو نہ پایا جا سکتا ہو ،حالات کے پیش نظر کبھی ایسی چارہ جوئی فرض بھی ہو جاتی ہے۔

﴿۴﴾ تمام صحابہ کرام قابل اعتماد اور پوری امت میں افضل ہیں۔ان کے ایمان اور افضلیت کا عقیدہ رکھنا دین کے ان امور میں سے ہے جن کا جاننا ہر خاص وعام پر واجب ہے۔ان سے محبت رکھنا دین وایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ونفاق ہے۔ان کے باہمی اختلافات کو زیر بحث نہ لایا جائے اور ایسی تمام باتوں کو چھیڑنے سے اجتناب کیا جائے جو ان کی افضلیت کے شایان شان نہ ہوں۔

ان میں سب سے افضل جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے بعد جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے بعد جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور جناب علی رضی اللہ عنہ آتے ہیں۔یہی خلفائے راشدین کی ترتیب ہے اور چاروں خلفاء کی خلافت برحق ہے۔

﴿۵﴾ اہلِ بیت سے محبت اور دوستی رکھنا، امہات المؤمنین کی تعظیم کرنا اور ان کی فضیلت کا عقیدہ رکھنا۔اسی طرح ائمہ سلف، علمائے امت اور ان کے پیروکاروں سے محبت رکھنا، اور اہل بدعت سے عداوت رکھنا دین کا حصہ ہے۔

﴿۶﴾ جہاد اسلام کی چوٹی ہے اور وہ قیامت تک جاری رہے گا۔

﴿۷﴾ **امر بالمعروف اور نهی عن المنكر** اسلام کے عظیم ترین شعائر ہیں۔ یہ دونوں چیزیں اہلِ اسلام کی جامعت کے نظم، حفظ اور بقا کی ضامن ہیں۔حسب استطاعت اور موقع محل کی مناسبت سے ان پر کاربند رہنا واجب ہے۔

اہل سنت والجماعت کی اہم خصوصیات:

اہل سنت والجماعت فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ ہیں۔ باہمی تفاوت کے باوجود مندرجہ ذیل صفات انہیں دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں:۔

﴿۱﴾ کتاب اللہ کے حفظ نیز تفسیر و بیان کرنے کا اہتمام کرنا، اس کے ساتھ حدیث کی معرفت، صحیح اور ضعیف کی پہچان اور علم پر کاربند رہنا اُن کی صفت ہے۔

﴿۲﴾ پورے دین کو اختیار کرنا، پورے قرآن پر ایمان لانا جس میں خوشخبری اور پکڑ دونوں شامل ہیں۔ اہلِ سنت والجماعت بیک وقت اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا اثبات بھی کرتے ہیں اور اسے ہر عیب سے مبرا بھی جانتے ہیں۔ اللہ کی تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں مگر اس بات کے بھی قائل ہیں کہ بندہ خود اپنا ارادہ بھی رکھتا ہے اور اختیار بھی۔ اور فعل بھی اپنے اختیار سے کرتا ہے۔ اسی طرح علم کی اہمیت اپنی جگہ مانتے ہیں اور عبادت و ریاضت کی اہمیت اپنی جگہ۔ اللہ کی قوت بھی تسلیم کرتے ہیں اور رحمت بھی۔ اسباب اختیار کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں اور زہد اپنانا بھی۔

﴿۳﴾ بدعت اختیار کرنے کی بجائے نبی ﷺ اور صحابہ کی پیروی اپناتے ہیں اور دین میں اختلاف وافتراق کی بجائے اتفاق اور اجتماعیت اختیار کرتے ہیں۔

﴿۴﴾ علم و عمل اور تبلیغ میں قابلِ اقتدا ائمہ کرام کا طرز اپنانا، ان سے راہنمائی حاصل کرنا اور ان کی مخالفین سے کنارہ کش رہنا۔

﴿۵﴾ عقائد، اعمال اور اخلاقیات میں افراط وتفریط کے درمیان راہِ اعتدال اختیار کرنا۔

﴿۶﴾ مسلمانوں کو حق پر مجتمع رکھنے اور توحید واتباع میں انہیں منظّم رکھنے کیلئے کوشاں رہنا، ہر قسم کے اختلافات اور نزاع کو ختم کرنا۔ اسی لیے وہ عقائد کے سلسلہ میں ''السنة والجماعة'' کے علاوہ کسی دوسرے نام سے نہیں پہچانے جاتے اور اسلام وراہ سنت کے علاوہ کسی اور تعلق کی بنا پر نہ دوستی رکھتے ہیں اور نہ عداوت۔

﴿۷﴾ دعوت الی اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، جہاد، راہِ سنت کا احیاء اور تجدیدِ دین کا کام کرنا، ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اللہ کی شریعت اور حاکمیت کو قائم کرنا۔

﴿۸﴾ عدل وانصاف کا دامن تھامے رکھنا، اپنے گروہ یا ذات کی بجائے حقوق اللہ کا پاس رکھنا۔ اہلِ سنت نہ دوستی میں غلو کرتے ہیں اور نہ دشمنی میں حدیں پھلانگتے ہیں۔ اور ہر اہلِ فضیلت کا قابلِ احترام سمجھتے ہیں۔

﴿۹﴾ زمان ومکان کے اختلاف کے باوجود ایک سا فہم رکھنا اور ملتے جلتے موقف اختیار کرنا ان کا خاصہ ہے جو کہ صرف وحدتِ مصدر اور منہجِ تلقی کا ثمرہ ہے۔

﴿۱۰﴾ تمام لوگوں سے حسن خلق، ہمدردی اور خوش اسلوبی سے پیش آنا۔

﴿۱۱﴾ اللہ، آسمانی کتاب، اس کے رسول، مسلم حکمران اور عوام الناس کی خیر خواہی کرنا۔

﴿۱۲﴾ مسلمانوں کیلئے فکر مند رہنا، تمام مسلمانوں سے بھلائی کرنا اور ان کے حقوق ادا کرنا اور انہیں اذیت پہنچانے سے اجتناب کرنا اہلِ سنت والجماعت کی امتیازی خصوصیات ہیں۔

